ہر کمزور بھائی کو چندے سے باخبر کرو اور انہیں شامل کرو

تحریک جدید کے 65 ویں سال کے آغاز کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 نومبر 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الصّف:11،12)

پھر فرمایا:

یہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات گیارہ اور بارہ ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے۔ یہ سورۃ الصّٰفّٰت وہی ہے جس میں مسیح کی آمد ثانی کی خوشخبری دی گئی ہے اور بڑی وضاحت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی خبر دی گئی ہے اور جماعت احمدیہ پر جو حالات آئندہ گزرنے تھے ان کے متعلق بھی واضح اشارے موجود ہیں اور کس طرح ایک ایسی جماعت نے تیار ہونا تھا جو مالی اور جانی قربانی میں بہت آگے بڑھ جانے والی تھی اور اس کے مقدر میں یہ بات تھی کہ وہ خدا کی راہ میں اپنے مال بھی نچھاور کرے اور اپنی جانیں بھی۔ اس آیت کریمہ میں مال کا ذکر پہلے آیا ہے اور جانوں کا ذکر بعد میں۔ جب ہم سورۃ صفّٰت کہتے ہیں تو اُردو میں یہی کہہ کر اشارے کرتے ہیں سورۃ صفّٰت کی طرف لیکن جو زیادہ عربی علم کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ الصّٰفّٰت ہی کہیں گے مگر میں نے

اُردو طریق اختیار کیا ہے۔ اُردو میں سورۃ صٰفّٰت ہی کہا جاتا ہے اور مراد یہی ہے کہ الصّٰفّٰت جو قرآن کریم کی ایک سورۃ ہے بہر حال یہ بہتر ہوا کہ ابھی مجھے اس طرف توجہ دلا دی گئی ورنہ بعد میں کئی علماء نے لکھنا تھا کہ آپ صٰفّٰت پڑھتے رہے حالانکہ الصّٰفّٰت ہے۔ (چونکہ حضور انورؒ اس سورۃ کا نام اب تک سہواً الصّٰفّٰت پڑھتے رہے تھے تو حضورؒ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ یہ الصّٰفّٰت نہیں بلکہ سورۃ الصّف کی آیات ہیں جس پر حضورؒ نے فرمایا:) یہ جو توجہ دلائی ہے بالکل درست ہے۔ میں الصّف سمجھ رہا تھا یعنی میرے ذہن میں تو سورۃ الصّف ہی ہے شروع سے لے کر آخر تک لیکن اس قسم کے زبان کے غوطے کھا جایا کرتا ہوں اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں یہ سب کے سامنے ظاہر ہے کہ ذہن میں ایک لفظ ہوتا ہے اور بعض دفعہ مضمون میں ڈوبا ہوا ایک دوسرا لفظ بیان کر رہا ہوتا ہوں تو یہاں بھی غلطی تھی جس کی طرف پرائیویٹ سیکرٹری کا ممنون ہوں کہ انہوں نے فوری توجہ دلا دی۔ سورۃ الصّف کی بات ہو رہی ہے الصّٰفّٰت کی نہیں اور لکھا ہوا بھی سامنے سورۃ الصّف ہی ہے مگر خدا جانے کیوں زبان پر الصّٰفّٰت ہی جاری رہا۔ ویسے صفّ اور الصّٰفّٰت میں ایک گہرا تعلق بھی ہے۔ الصّٰفّٰت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو صف باندھ کے خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور سورۃ الصفّ میں بھی انہیں لوگوں کا بیان ہے جو صف باندھ کے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن سے لڑتے ہیں۔ تو مضمون کے ایک ہونے کی وجہ سے غالباً کیونکہ دونوں میں ایک ہی مضمون بیان ہوا ہے اس لئے شاید میرے ذہن میں یہ لفظ الصّٰفّٰت رہا نہ کہ الصّف۔ اب درستی کر لی ہے اب اس بارہ میں دوبارہ کسی کو لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جمعہ میں جو اس قسم کی غلطیاں ہو جاتی ہیں ان کو درست کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی جمعہ کے دوران ہی میں درست کر دیا کرتا ہوں اس لئے بغیر کسی ترمیم کے یہ خطبہ اسی طرح جاری ہونا چاہئے۔

اب میں پھر مضمون کی طرف واپس آتا ہوں۔ فرمایا گیا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔ اے مومنو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر اطلاع دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گی۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کاش کہ تم جان سکتے۔ یہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے سورۃ الصّف وہی سورۃ ہے جس

میں جماعت احمدیہ کی خوش خبریاں دی گئی ہیں اور اس پہلو سے یہ صفات خصوصیت کے ساتھ جماعت احمدیہ پر اطلاق پا رہی ہیں جو اس سورۃ میں بیان ہو رہی ہیں۔ اس میں بہت سے مضامین مخفی ہیں یعنی بالکل مخفی تو نہیں مگر ان کے اندر مضمر اس طرح چلے آ رہے ہیں کہ اگر ذرا سا بھی غور کرو تو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک ایسی تجارت ہے جو دردناک عذاب سے نجات دے گی۔ مضمر بات یہ ہے کہ بہت سی دوسری تجارتیں ہیں جو دردناک عذاب سے نجات نہیں دیتیں۔ یہاں تجارت سے مراد محض کاروبار کی تجارت نہیں بلکہ صنعتوں کی تجارت بھی اس میں شامل ہے ہر قسم کے معاملات جن سے انسان کو منافع نصیب ہوتا ہے وہ تمام وسیع اقتصادی عوامل اس آیت کے پیش نظر ہیں جن کے ذریعہ قوم کی معاشیات چلتی ہیں۔

پس پہلی بات تو قابل غور یہ ہے کہ کیا سب دوسری تجارتیں دردناک عذاب کی طرف لے جانے والی ہیں؟ کیا تجارتوں سے کلیۃً روکا جا رہا ہے؟ اور ایک ایسی تجارت کا ذکر کیا جا رہا ہے جو باقی تجارتوں سے الگ ہوتے ہوئے دردناک عذاب سے نجات دے گی۔ ہرگز نہیں! کیونکہ جو تجارت بیان فرمائی جا رہی ہے اس کی بنا ہی دوسری تجارتوں پر ہے۔ اگلی آیت میں یہ بات خوب کھول دی گئی ہے کہ تجارت سے جو تمہاری آمدنیں ہوں گی ان آمدنوں کے خرچ کے معاملہ میں ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں کہ وہ خرچ درست ہو ورنہ وہ تجارتیں تمہیں دردناک عذاب کی طرف لے جائیں گی۔ تو تجارتوں سے نہیں روکا جا رہا، اقتصادی جدوجہد سے نہیں روکا جا رہا بلکہ اس کے نتیجے میں جو کچھ بھی حاصل ہوگا اس کو کس طرح خرچ کرنا ہے، یہ بیان فرمایا جا رہا ہے اور ضمناً اس میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مال جس کو خدا تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی ہدایت دیتا ہے لازماً پاک وصاف ہوگا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا مومنوں سے گندے اموال طلب کرے۔ تو کیسا خوبصورت ضمنی اشارہ موجود ہے کہ مومن تو وہی ہیں جن کی تجارتیں پاک اور صاف ہوا کرتی ہیں۔ ان میں کوئی گند کی ملونی نہیں ہوتی اور جو پاک وصاف تجارتوں کے نتیجہ میں ان کو حاصل ہوتا ہے وہ پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے اس کو مزید پاک کرتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ ان کی عقبیٰ سنوار دیتا ہے اور یہ بھی مضمر ہے کہ دُنیا بھی سنوار دیتا ہے۔ ان لوگوں کو دردناک عذاب سے نجات دی جائے گی۔ دردناک عذاب سے مراد لازماً وہ عذاب نہیں جو آخرت کا عذاب ہے بلکہ اس دُنیا میں بھی ایک دردناک عذاب ہے جو انسان اپنی

زندگی ہی میں دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات انجام کے وقت اس کو وہ دردناک عذاب دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگ جنہوں نے روپے جوڑے اور عمر بھر اپنے خزانے بھرے جب موت کے قریب پہنچتے ہیں تو اس درد سے تڑپتے ہیں کہ ان کا انجام نیک نہیں ہوا۔ کچھ بھی انہوں نے اپنے لئے آگے نہیں بھیجا۔ بسا اوقات ان کی اولادیں جن کو وہ پیچھے چھوڑ کے جارہے ہوتے ہیں ان کی زندگی ہی میں ایک دردناک عذاب کے لئے ان کو تیار کر رہی ہوتی ہیں، زندگی میں اس طرح تیار کرتی ہیں کہ زندگی بھر وہ ان کا رخ دیکھتے ہیں کہ ان کا رخ دُنیا کی طرف ہو چکا ہے اور اپنے اموال کو خرچ کرنے میں وہ گندے مصارف اختیار کر چکے ہیں، ایسے مصارف جن سے نظر آرہا ہے کہ جو کمائی انہوں نے محنت سے کی تھی ان کی اولادوں نے آگے ضائع کر دینی ہے۔

بہت سے لوگ ہیں جن کو یہ خطرہ درپیش ہوتا ہے اور نظر آرہا ہوتا ہے کہ اب یہ اولادیں ہاتھ سے نکلی جارہی ہیں۔ جو کچھ ہم نے کمایا سب کچھ ضائع کر دیں گی۔ یہ دردناک عذاب کی تیاری ہے جو زندگی بھر ہوتی رہتی ہے، موت کے وقت اس کا آخری انجام دکھائی دیتا ہے ہم نے تو اپنی اولادوں پر جو کچھ بھی خرچ کیا ضائع کر دیا، جو کچھ ان کے لئے پیچھے چھوڑیں گے وہ ان کو اور بھی زیادہ برباد کرے گا۔ تو دردناک عذاب سے مراد صرف یہی نہیں کہ آخرت میں ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ وہ تو ہوگا ہی لیکن اس دُنیا میں بھی وہ دردناک عذاب کا مزہ چکھ لیں گے لیکن وہ مستثنیٰ ہیں، کون مستثنیٰ ہیں؟ جو پاک طریقوں پر خدا کے سکھائے ہوئے اسلوب تجارت کو اختیار کرتے ہوئے ایسی تجارتیں کرتے ہیں جن میں کوئی گند کی ملونی نہیں ہوتی۔ جو کچھ ان کو ملتا ہے پھر وہ اللہ ہی کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں یعنی جس حد تک توفیق ہے وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اَنْفُس کا خرچ بھی خدا کی راہ میں کرنا ضروری ہے یعنی جانوں کے خرچ سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسانی جانوں کو جو کچھ بھی عطا کیا ہے وہ اسی کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے مگر یہاں اموال کو پہلے مذکور فرمایا گیا اس لئے کہ وہ دور ایسا ہے جس میں مالی قربانی بھی نفسوں کی پاکیزگی کا موجب بننے والی تھی اور ایک قسم کی ایک پیشگوئی ہے کہ وہ لوگ جو مالی قربانیاں کریں گے ان کے نفوس ان کی مالی قربانیوں کے نتیجہ میں پاک ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دن بدن وہ پاک سے پاک تر ہوتے چلے جائیں گے اور اس کے نتیجے میں پھر وہ اپنے نفس بھی یعنی وہ تمام طاقتیں جو خدا نے ان کو بخشی ہیں وہ بھی خدا کی راہ میں خرچ کریں گے یعنی

ان کے پاک ہونے کی علامت ان کے مزید خرچ ہوں گے۔ یہ بظاہر ایک عجیب سی بات دکھائی دیتی ہے مگر روزمرّہ کے تجربہ میں بالکل صاف دکھائی دینے والی چیز ہے۔

اللہ کی راہ میں جو شخص ایک بظاہر کڑوا گھونٹ بھر کے کچھ خرچ کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس خرچ سے مجھے کچھ تکلیف پہنچی ہے لیکن رضائے باری تعالیٰ کی خاطر، نہ کہ دکھاوے کے لئے وہ کچھ خرچ کر لیتا ہے، اس کی توفیق ہمیشہ بڑھائی جاتی ہے۔ خرچ کرنے کی توفیق مال ہی تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایسا شخص پھر کچھ اپنا وقت بھی دین کے لئے خرچ کرنے لگتا ہے اور اپنے علم کو بھی دین کے لئے خرچ کرتا ہے۔ جو کچھ بھی اللہ نے اسے عطا کیا ہے جذبات، کیفیات، ہر چیز خرچ کرنے کا ایک ڈھنگ ہے اور رفتہ رفتہ اللہ اسے یہ ڈھنگ سکھاتا ہے کہ کس طرح اللہ کی راہ میں وہ سب کچھ دو جو اللہ نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ یہ مضمون ہے جس کا جماعت احمدیہ سے بہت گہرا تعلق ہے اور آج چونکہ تحریک جدید کا، نئے سال کا اعلان ہونے والا ہے اس لئے میں نے اسی مضمون کو آج کے لئے اختیار کیا ہے۔ اب اس مضمون کی مزید وضاحت میں بعض احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کی روشنی میں کرتا ہوں۔

پہلی حدیث تو مسلم کِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ سے لی گئی ہے۔ یہ حضرت مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جو اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔

”ان کے والد نے مطرفؓ سے بیان کیا کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ رہے تھے۔ (آپ ﷺ نے اس کی تلاوت کے بعد فرمایا:) ابن آدم کہتا ہے میرا مال، ہائے میرا مال۔ اے ابن آدم! کیا کوئی تیرا مال ہے بھی۔“

ایک بہت ہی لطیف انداز ہے انسان کو اس مال کے متعلق متنبہ کرنے کا جسے وہ اپنا سمجھ رہا ہے۔ ہر شخص جو دنیا میں اللہ کی طرف سے عارضی طور پر مالک بنایا جاتا ہے وہ اسے اپنا ہی مال سمجھتا ہے مگر ایک یہ بھی کہنے کا انداز ہے کہ اے ابن آدم کیا تیرا کوئی مال ہے بھی، ”سوائے اس مال کے جو تو نے کھایا اور ختم کر دیا۔“ وہ تیرا کہاں رہا۔ جو انسان نے کھایا اور خرچ کر کے ختم کر دیا وہ تو اب اپنا مال نہیں ہے۔ جو پہن لیا وہ پہن لیا۔ جو بوسیدہ ہو گیا وہ ختم ہو گیا اور تیرے کام کا نہیں ہاں جو تو نے صدقہ دیا وہ تیرے لئے اگلے جہان میں فائدے کا موجب ہو سکتا ہے لیکن وہ تو اگلے جہان کے لئے بھیج چکا ہے اب وہ تیرا مال نہیں رہا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، حدیث نمبر: 2958)

تو نے اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اسے آگے بھیج دیا اب آگے جا کے دیکھے گا کہ اس کا کیا بنا تھا۔ تو جو بچوں کے لئے پیچھے چھوڑ دیا وہ تو مرتے وقت اپنا رہتا ہی نہیں کسی اور کا ہو جاتا ہے۔ تو کتنا لطیف انداز ہے یہ سمجھانے کا کہ ابن آدم خواہ مخواہ شور مچاتا ہے میرا مال، میرا مال، اس کا مال تو کچھ نہیں، وہم ہے صرف۔ جو خرچ کیا وہ جیسا کہ میں نے عرض کیا وہ تو اس کا رہتا ہی نہیں، ہاں خرچ کرنے سے پہلے کوئی مال اس کا ضرور ہوتا ہے اور یہ اس میں مضمر ہے۔ یہ مراد نہیں کہ بالکل ہے ہی کچھ نہیں۔ مراد یہ ہے کہ کچھ ہے تو سہی مگر اس کا وہ تب بنے گا اگر اس کا خرچ اچھا ہوگا اور یہ وہی مضمون ہے جو قرآن کریم کی ان آیات میں بیان ہوا ہے جو میں نے پہلے بیان کر دیا تھا۔ اپنا مال اگر بنانا ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ تمہارا رہے گا۔ جو اِس دُنیا میں خرچ کرو گے وہ بھی تمہارا ہوگا، جو اُس دُنیا کے لئے آگے بھیجو گے وہ بھی تمہارا ہی ہوگا باقی سب کچھ خرچ تو کرو گے مگر خرچ کے ساتھ ساتھ ہی تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور تمہارا نہیں رہے گا۔

یہ مضمون وہ ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملفوظات میں یا اپنی کتب میں مختلف رنگ میں ان آیات کے مضمون کو کھولا ہے۔ سب سے جو پیارا اقتباس اس پہلو سے کہ جماعت احمدیہ کو اتنے پیار اور محبت سے مخاطب فرمایا ہے کہ شاید ہی کسی اور تحریر میں اس طرح بے ساختہ پیار پھوٹ رہا ہو جس طرح اس عبارت میں ہے جو فتح اسلام صفحہ 34 سے لی گئی ہے۔

”اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!“

اتنا عظیم محبت کا اظہار ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ”اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو!۔“ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک درخت وجود تھا اور اس میں وہی شاخیں آپؑ کی تھیں جو سرسبز تھیں اور جو خشک ٹہنیاں ہر سرسبز درخت سے لٹکی ہی رہتی ہیں وہ سرسبز درخت کی نہیں رہتیں۔ تو یہ عرفان کی شان ہے کہ آپؑ نے وہی مضمون جو ان آیات میں بیان ہوا ہے جس کی مزید وضاحت حدیث نے کی ہے اسی مضمون کو ایک نئے انداز میں پیش فرما رہے ہیں۔ فرمایا بظاہر میری جماعت میں تمہیں خشک ٹہنیاں بھی دکھائی دیں گی وہ تو ہر درخت کا حصّہ ہوا کرتی ہیں۔ ہر درخت ان خشک ٹہنیوں کی پہلے آبیاری خود کیا کرتا ہے، ان کو اٹھاتا ہے، ان پر خرچ کرتا ہے یعنی درخت بھی اگر زندہ ہو اور باشعور ہو، زندہ تو ہے مگر اس طرح باشعور نہیں جیسے ہم سمجھتے

ہیں مگر وہ درخت اس صورت میں جانتا ہوگا کہ جو کچھ بھی میں نے ٹہنیوں پر خرچ کیا ہے جو بعد میں خشک ہوگئیں وہ میرے وجود کا حصّہ تھا میری محنت کی کمائی تھی اور وہ ٹہنیاں جو خشک ہوگئیں وہ ہاتھ سے جاتی رہیں، وہ اپنی نہ رہیں۔تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے درخت وجود میں ان شاخوں کا ذکر فرمادیا جو جماعت سے تو وابستہ ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت وجود کی طرف منسوب ہوتی ہیں مگر خشک ہوچکی ہیں ان میں کوئی تروتازگی نہیں، ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا کیا سلوک ہوگا یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔

بعض دفعہ خشک ٹہنیاں بھی ہری ہوجایا کرتی ہیں اور بعض دفعہ ہری نہ ہوں تو جلانے کے کام آتی ہیں اور اسی لئے قرآن کریم نے جہنم میں جلنے والے لوگوں کا ایندھن کے طور پر ذکر فرمایا ہے وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرة:25) جہنم میں انسان گویا اس طرح جلیں گے جیسے لکڑیاں جلتی ہیں۔تو یہ خشک ٹہنیاں وہ ہیں جن کے متعلق دو امکانات ہیں، ایک احتمال ہے اور ایک امکان ہے۔ احتمال یہ ہے کہ یہ خشک رہیں اور اسی حال میں اگلی دُنیا کے لئے روانہ ہوجائیں کہ وہ جہنم کا ایندھن بننے کے سوا اَور کوئی کسی کام میں استعمال نہیں کی جاسکتیں اور دوسرا جو امکان ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان انتباہات پر غور کر کے، ان کی گہرائی میں اتر کے ہر خشک ٹہنی جس کا ایک زندہ درخت سے تعلق ہے اس زندہ درخت سے مزید تعلق قائم کر کے اپنی رگوں میں صحت مند، وہ خون تو نہیں ہوا کرتا مگر خون ہی کی ایک قسم ہے، صحت مند مادہ، صحت مند مائع۔ رفتہ رفتہ خشک ٹہنیاں بھی پھولنے اور پھلنے لگتی ہیں اور یہ ایک عام مضمون ہے جس کا سب دُنیا کو علم ہے کہ خشک ٹہنیاں جب تک وابستہ رہیں ان کی زندگی کے امکانات ہوا کرتے ہیں اگر وابستہ نہیں رہیں گی تو پھر کوئی اُمید بہار نہیں ہوتی۔اسی کے متعلق کہا گیا ہے:

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ (علامہ اقبال)

یعنی خزاں میں بھی تو وہ ٹہنیاں جو درخت سے لگی ہوئی ہوتی ہیں ساری کی ساری خشک دکھائی دیتی ہیں یعنی بعض درختوں میں تو ایک بھی سرسبز ٹہنی دکھائی نہیں دیتی ان کو خدا پھر زندہ کرتا ہے نا، اس لئے کہ بہار آجاتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تو خشک ٹہنیوں کو زندہ کیا۔فرماتے ہیں:

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

(الحکم جلد 5 نمبر 45 صفحہ:3 مؤرخہ 10 دسمبر 1901ء)

تو اس خزاں میں جو بہار آ گئی ہے اس بہار سے جو درخت پھوٹتے ہیں ان میں سے بھی پھر بہت سے خزاں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں یعنی چاروں طرف بہار ہی بہار کا منظر ہوتا ہے لیکن بدنصیبی کہ کچھ ٹہنیاں پھر خشک ہونے لگتی ہیں جو خزاں میں سوکھتی ہیں ان کا قصور نہیں مگر جو بہار میں سوکھ جائیں وہ بہت قصور وار ہوا کرتی ہیں۔ خزاں کے سوکھے ہوؤں کو آگ میں ڈالنا تو بسا اوقات بے وقوفی ہوگی کیونکہ زمیندار کو پتا ہے کہ یہی درخت ہرا بھی ہو سکتا ہے اور اکثر خزاں کا خشک دکھائی دینے والا درخت بہار میں ہرا ہو جایا کرتا ہے تو جو جلد بازی سے کام لے اور اس کو کاٹ کے ایندھن کے طور پر استعمال کرے وہ انتہائی بے وقوفی کر رہا ہوگا اور اپنے آپ کو خود نقصان پہنچا رہا ہوگا اس لئے خزاں کا سوکھا ہوا جہنم میں نہیں ڈالا جاتا لیکن بہار کا سوکھا ہوا اس بات کا سزاوار ہے کہ اسے جہنم میں جھونک دیا جائے سوائے اس کے کہ وابستہ رہے اس اُمید پر کہ شاید مجھ پر بہار آ جائے۔

تو احمدی بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو وابستہ رہتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو اتنے مر جاتے ہیں، ایسے بے روح ہو جاتے ہیں کہ پھر وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا تو اس جماعت میں رہنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں۔ بہتر ہے کہ ہم دُنیا کے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس جماعت سے کلیۃً تعلق کاٹ لیں پھر جو سرسبزی ان کو دکھائی دیتی ہے وہ محض دھوکا ہے۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ایک دُنیا کی سرسبزی ہے جو جتنا ان کو بڑھائے گی اتنا ہی بڑا وہ ایندھن بنیں گے۔ یہ مضمون قرآن کریم نے بہت سی اور آیات میں بڑے لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے کہ دُنیا کی روئیدگی، دُنیا کی سرسبزی کوئی بھی فائدہ نہیں دیتی۔ تو دیکھنے میں بعض دفعہ لگتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اُمید بہار رکھتے ہوئے درخت کے ساتھ اپنا تعلق نہیں توڑتے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر شاید اللہ کا رحم ہو اور ہم پھر زندہ ہو جائیں، وہ خوش نصیب لوگ ہیں۔ جو تعلق توڑ لیتے ہیں وہ پھر ہمیشہ کے لئے اپنی دُنیا اور اپنی عاقبت کو، انجام کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر دیتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کو غور سے سنو اور جس حد تک ہو سکے اس سے استفادہ کرو۔

''اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے۔''

یہاں چونکہ سرسبز شاخیں مخاطب ہیں اس لئے وہ ابھی تک یہی ردّعمل دکھاتی ہیں۔ جب بھی ان کو کوئی تحریک کی جائے وہ آگے بڑھ کر اس تحریک پر لبیک کہنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور ہمیشہ ہر مالی قربانی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یاد رکھیں یہاں اوّلین طور پر سرسبز شاخیں مراد ہیں۔

''میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کرسکتا۔''

یہاں لازمی چندے مراد نہیں ہیں طوعی چندے مراد ہیں جیسا کہ تحریک جدید ہے، جیسا کہ وقف جدید ہے۔ لازمی چندے وہی ہیں جن کو جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں اپنے اوپر بحیثیت جماعت اور افراد پر ذمہ داریاں ڈالتے ہوئے بحیثیت جماعت اختیار کرلیا ہے اس جماعت کے فیصلہ میں ساری جماعت داخل ہے۔ پس جو اپنے اوپر خود لازم کر چکے ہیں یہاں وہ بحث نہیں ہو رہی۔ اس میں تمام قسم کی وہ تنظیمات جو فیصلہ کر کے ایک چندے کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں وہ بھی شامل ہیں یعنی خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ جتنی بھی جماعتی تنظیمات ہیں ان میں چندوں کے لازم ہونے کی آگے قسمیں بنائی گئی ہیں۔ مرکزی چندہ عام کہلاتا ہے۔ طوعی لازمی چندہ وصیت کا چندہ ہے۔ پھر اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کا چندہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ وغیرہ۔ ان سب کے چندے، اطفال کے چندے، یہ لازم تو ہیں مگر مل کر جماعت نے خود لازم کئے ہیں۔ جو تحریک جدید کا یا وقف جدید کا چندہ ہے یہ ان معنوں میں لازم نہیں ہے۔ اگر کوئی بنیادی سب چندے ادا کر رہا ہو اور یہ چندے نہ دے تو جماعت کی طرف سے اس پر کوئی حرف نہیں رکھا جاتا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ جماعت کا حصّہ ہے لیکن وہ اوّلین اور سابقین میں شمار نہیں ہوسکتا۔ جو آگے بڑھنے

والے، سبقت لے جانے والے ہیں ان میں تو شمار نہیں ہوگا مگر جماعتی نظام کے لحاظ سے عہدے ہر قسم کے اس کو ملیں گے ووٹ دینے کا حق ہوگا نظام جماعت کی دوسری دلچسپیوں میں پوری طرح حصّہ لینے کا حق ہوگا ان حقوق سے اسے نہیں روکا جا سکتا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کو جانتے تھے کہ ان سب لازمی چندوں کے علاوہ بھی اگر زائد طور پر میں کچھ طلب کروں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہیں گے، اس لئے فرما رہے ہیں کہ میں تم پر فرض نہیں کرتا۔

اب تم اپنے حالات دیکھو اور ہر ایک کے حالات مختلف ہیں، اپنی توفیق کا جائزہ لو اور اس کے مطابق جتنا دل چاہتا ہے خدا کی راہ میں بڑھ بڑھ کر خرچ کرو۔ یہ اب ایسی نیکی ہے جس کا فیصلہ تم نے خود کرنا ہے اور بعینہٖ یہی طریق تحریک جدید میں اور وقف جدید میں جاری ہے۔ پہلے ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس کو کہتے تھے بارہ روپے کم سے کم ضرور دو، چھ روپے ضرور دو۔ میں نے اس سارے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان فیصلوں کی روشنی میں کھلی چھٹی دینا زیادہ بابرکت ہے اور جب میں نے منع کیا تھا تحریک جدید وغیرہ کو کہ اب تم نے لازماً یہ نہیں کہنا کہ چھ سے کم نہیں لینا، چھ ضرور دو یا بارہ ضرور دو یا پچاس ضرور دو بلکہ کھلا چھوڑ دو تو مجھے بعض احتجاجی خطوط ملے ان تنظیموں کی طرف سے کہ اس طرح تو ہمارے چندے کم ہو جائیں گے۔ میں نے کہا کم نہیں ہونگے، بہت بڑھ جائیں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اپنی جماعت پر ایک حُسن ظن کی توقع رکھ رہے ہیں یہ ہو نہیں سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہوں اور پھل دینے میں کنجوسی دکھائیں۔ وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر پھل دیں گی اور بعینہٖ یہی ہوا ہے۔ پچھلی تاریخ جو تحریک جدید کے چندوں کی آپ کے سامنے پیش کی جائے اس پر غور کر کے یہ موازنہ کر کے دیکھیں آپ حیران رہ جائیں گے اس فیصلہ کے بعد ہر اگلا سال پہلے سے زیادہ اموال لے کر جماعت کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ لوگوں نے پہلے سے بڑھ بڑھ کر اموال جماعت پر نچھاور کئے ہیں یہاں تک کہ بعض جگہ مجھے روکنا پڑا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ اس دوڑ میں اپنی طاقت سے بھی کچھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک دوڑ تو وہ ہے اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (التکاثر: 2) تمہیں دُنیا کے اموال کی کثرت حاصل کرنے نے غافل کر دیا اپنے مال سے، اپنے انجام سے غافل کر دیا ہے۔ ایک

وہ دوڑ ہے جس میں اپنے مال خرچ کرنے کی دوڑ ہے اور جس طرح دوڑوں میں بعض دفعہ یہ ہوا کرتا ہے کہ آگے بڑھنے کے شوق میں لوگ طاقت سے بھی بڑھ جاتے ہیں اس کا پھر بُرا اثر ان کے دلوں پر پڑتا ہے، ان کے عضلات پر پڑتا ہے فوراً ظاہر نہ بھی ہو تو بعد میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

تو بعض دفعہ روکنا پڑتا ہے اور میرا یہی تجربہ ہے کہ بہت جگہ میرے روکنے پر لوگ رکے ہیں ورنہ اس سے پہلے بے دریغ خرچ کر کے ایک دوسرے سے خرچ کرنے کا اچھا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ جب یہ تاکید میں نے کی ہے تو امریکہ کے تحریک جدید کے چندوں پر وقتی طور پر برا اثر پڑا لیکن درحقیقت وہ برا اثر نہیں ہے کیونکہ میں نے ان سے کہا تھا کہ طوعی چندوں میں اتنا نہ زیادہ خرچ کریں کہ آپ کے روزمرّہ کے چندوں پر بھی اس کا اثر پڑنا شروع ہو جائے اور آپ کی تجارتوں پر اس کا ایسا اَثر پڑے کہ پھر آئندہ نسبتاً کم کمائیں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کم ہاتھ میں پائیں۔ یہ جب سمجھایا گیا تو بہت سے لوگ جو بے حد خرچ کر رہے تھے انہوں نے نسبتاً توازن اختیار کیا اور اپنے ہاتھ کچھ روکے لیکن میرے جائزہ کے مطابق ان کے عمومی چندوں میں کمی نہیں آئی لیکن اس تنبیہ کے بعد تحریک جدید کے چندے میں کمی آئی ہے اور امریکہ جیسی جماعت جو بہت آگے تھی انہوں نے محسوس کیا، امیر صاحب کا درِدل کا اظہار مجھے پہنچا ہے کہ ہم اس بارے میں مجبور ہیں آپ کی جو ہدایتیں تھیں ان پر عمل کیا ہے اور اب اس میں کچھ کمی دکھائی دے رہی ہے، شرمندگی ہے۔ ان کو میں نے تسلی دلائی اور اب بھی میں تسلی دلا رہا ہوں کہ ہرگز شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری ہدایات کے نتیجہ میں اگر وقتی طور پر چندوں میں کمی بھی آئے تو یاد رکھیں اس کے بعد وہ بہت بڑی بڑی برکتوں پر منتج ہوگی۔ ہمیشہ سے میرا یہی تجربہ ہے وقتی طور پر کچھ کمی محسوس ہو بھی تو آئندہ اللہ کے فضل سے وہ کمی بہت زیادہ اضافوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ معاملہ یوں بیان فرمایا: ''معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کرسکتا۔'' کرسکتا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کر نہیں سکتے تھے۔ مطلب تھا کروں گا تو تمہیں مشکل پڑ جائے گی اس لئے نہیں کرسکتا، یہ مجبوری ہے۔

''تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟''

’’اے میرے عزیزو! اے میرے پیارو۔‘‘ اسی طرف اشارہ ہے۔ میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ اب اس میں بہت گہری حکمت کا راز کھول دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت اور دین حق کی راہ میں خرچ کرنا اس بات کو لازم کر دیتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانیں تو سہی۔ اگر کوئی شخص پہچان جائے کہ یہ ایک اتنی عظیم نعمت ہے جس کی تیرہ صدیاں انتظار کر رہی تھیں اب ہمیں نصیب ہوئی ہے ہم کیوں اس پیارے وقت کو ہاتھ سے ضائع ہونے دیں تو وہ تو ہمہ وقت اسی سوچ میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اس وجود سے اور گہرا تعلق رکھیں اور جو تعلق رکھتا ہے وہی ’’میرے عزیزو، میرے پیارو‘‘ کی ذیل میں آیا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ’’جو مجھے پہچانتا ہے مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔‘‘

اللہ کی طرف سے آئے ہوئے ہوں۔ ان کو جو جانتے ہیں کہ اللہ نے بھیجا ہے ان کی بہت آؤ بھگت کرتے ہیں۔ دُنیا کے بھیجے ہوؤں کی بھی لوگ کرتے ہیں مگر جو یہ جان لے کہ اللہ کی طرف سے ایک نمائندہ بن کے آیا ہے کس طرح وہ اس پر اپنی جان اور اپنے اموال نچھاور کریں گے یہ تصور بھیجے ہوئے کے ساتھ بندھا ہوا تصور ہے۔ جتنا زیادہ یقین ہو کہ اس وجود کو اللہ نے بھیجا ہے اور ہماری خاطر بھیجا ہے اتنا ہی زیادہ اس سے محبت بڑھے گی اور اتنا ہی اس کے کہنے پر خرچ کی استطاعت بڑھے گی اور پھر ساتھ یہ بھی فرمایا:

> ’’دُنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دُنیا میں سے نہیں ہوں مگر جن کی فطرت کو اُس عالَم کا حصّہ دیا گیا ہے۔ (یعنی اخروی دُنیا کا) وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ (یہ سلسلہ وہ ہے جو جاری رہے گا) جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔‘‘

یہاں درخت وجود کی شاخوں کی تمام تفصیلات بیان ہوگئی ہیں۔ پیوند کر کے جڑ جانا، جو خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہے وہ آپ کی رگوں میں دوڑنے لگے اس کو کہتے ہیں پیوند۔ پھر فرمایا:

’’میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصّہ لے گا۔‘‘

میں نور ہوں، نور لے کر آیا ہوں۔ ایک چراغ میرے ہاتھوں میں روشن ہے جس کو میں اٹھائے ہوئے ہوں جو بھی آئے گا لازماً وہ اس روشنی سے حصّہ لے گا۔ اب حصّہ دینے کا ارادہ ہو یا نہ ہو جس نے چراغ تھاما ہوا ہو جو بھی اس کے پاس آئے گا اس سے استفادہ کرے گا۔ یہ ایک ایسی طبعی بات ہے جس کو ہٹایا جا ہی نہیں سکتا یہ ہو کر رہے گی۔ پس فرمایا میں صاحب چراغ ہوں جو بھی میرے پاس آئے گا اسے ضرور روشنی ملے گی، اسے ضرور فائدہ پہنچے گا۔

’’مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ:34)

اب دور بھاگتا ہے کا مضمون اچھی طرح سمجھ لیں تو پھر میں اقتباس کو ختم کرتا ہوں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ چراغ کے گرد نہیں رہ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد لالہ ملاوامل بھی تو بستے تھے اور بڑے بڑے دشمن بھی بستے تھے لیکن وہ چراغ کے پاس رہتے ہوئے بھی روشنی سے حصّہ نہیں لے رہے تھے۔ دور بھاگنا جسمانی طور پر دور بھاگنا نہیں، وہ بھی اس دور ہونے کا ایک نتیجہ ضرور ہے۔ بعض لوگ جسمانی طور پر بھی دور بھاگ جاتے ہیں مگر یہاں مراد یہ ہے کہ چراغ کی روشنی دیکھنے سے جس حد تک کوئی محروم ہوتا چلا جائے اس کو بصیرت ہی نصیب نہ ہو، اس کو بینائی ہی نہ ملے وہ اسی حد تک حضرت مسیح موعودؑ سے دور ہٹتا چلا جائے گا اور وہ اس چراغ کی روشنی کے بظاہر اس کے قریب رہنے کے پھر بھی حصّہ نہیں پائے گا۔ پس فرمایا: ’’جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے۔‘‘ اب دور بھاگنے کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ایک بدگمانی بھی ہوا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بے انتہا نشانات دکھائے گئے لیکن بعض نشانات میں بعض دفعہ ایک ایسا ابہام کا پہلو ہوا کرتا تھا کہ جن کے دلوں میں مرض ہوتا تھا وہ تو بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ جن کے دل صدق اور یقین پر قائم ہوا کرتے تھے، جنہوں نے اس نور کو خود دیکھا ہوا ہو وہ سایوں سے دور نہیں بھاگتے۔ نور کے سائے بھی ہوا کرتے ہیں یعنی کچھ ایسے امور ہوتے ہیں جو بیچ میں اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اس نور کی روشنی بظاہر ایک جگہ نہیں پڑ رہی اور ایک سایہ سا دکھائی دیتا ہے۔ پس جو

ہمیشہ نور کو دیکھتے رہیں وہ سایوں کی وجہ سے نور سے کیسے بھاگ سکتے ہیں۔ بدظنی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بعض امور میں سایہ دیکھیں تو نور ہی کو چھوڑ دیں اور اس سے پیچھے ہٹ کر دور بھاگ جائیں وہ لوگ ہیں جو پھر ہمیشہ ظلمت میں ڈال دئے جائیں گے۔ یہ آخری تنبیہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے۔ ’’جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔‘‘ پھر ایسی ظلمت سے نکلنا اس کے بس میں نہیں۔

چونکہ اب وقت تھوڑا ہے اور اگر میں اقتباسات کو پڑھتا ہوں تو تحریک جدید کی جو رپورٹ پیش کرنی ہے وہ رپورٹ شاید پوری پیش نہ ہو سکے اس لئے بہتر ہے کہ اب میں رپورٹ پڑھنی شروع کر دوں۔ ایک اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخر پر میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ ایک اقتباس الحکم جلد 7 نمبر 25 صفحہ 8 پر درج ہے وہ میں آپ کے سامنے ضرور رکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا:

’’پس میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں۔‘‘

اس زمانہ میں حاضر کو تاکید تو ممکن تھی غائب کو تاکید کیسے ہوئی۔ وہ غائب تک بات پہنچاتے ہونگے تو پہنچتی ہوگی مگر یہ زمانہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ آگیا ہے کہ ہر حاضر بھی میرے مخاطب ہے اور ہر غائب جو میری نظروں سے تو غائب ہے مگر دور بیٹھے مجھے دیکھ رہا ہے، مجھے سن رہا ہے میں اس سے غائب نہیں ہوں۔ تو وہ غائب جو میری باتیں سن رہا ہے جو مجھے دیکھ رہا ہے ان باتوں کو بیان کرتے ہوئے وہ سب مخاطب ہیں۔ فرمایا:

’’میں تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو۔‘‘

یہ ایک عظیم تحریک ہے جسے ہمیں ہمیشہ جاری کرنا چاہئے جس کے متعلق ہم بسا اوقات غفلت کر جاتے ہیں۔ لوگ خود چندہ دے دیتے ہیں اور چندوں سے آگاہ کرنے کا کام سیکرٹری مال یا سیکرٹری تحریک جدید وغیرہ پہ چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ایک روزمرّہ کی عادت بنانی چاہئے۔ اپنی بیوی بچوں کو ہی نہیں بلکہ اپنے دوستوں وغیرہ کو بتاتے رہا کریں کہ دیکھو یہ تحریک چلی ہے کیا تم شامل ہوا اور اپنے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے ان کو سکھایا کریں کہ ہمارا بھی تو ایک یہ حال تھا ہم کسی وقت میں چندوں کے

معاملہ میں کنجوس ہوتے تھے۔اب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دن پھیر دیئے ہیں اور اب ہم پر سچائی کا روشن سورج طلوع ہو چکا ہے۔اب ہم نے دیکھا ہے کہ ہم جو خرچ کرتے ہیں اللہ بڑھا چڑھا کر ہمیں دیتا ہے۔ ہمارے اموال میں برکت ڈالتا ہے ہماری مصیبتیں دور فرماتا ہے۔ ہمارے کئی قسم کے دُکھ جن میں مبتلا ہو سکتے تھے ابتلا سے پہلے ہی دور فرما دیتا ہے۔تو چندوں کی برکت سے اس طرح آگاہ کرنا جیسے عموماً سیکرٹری مال آگاہ نہیں کیا کرتے۔وہ تو صرف یہ بتاتے ہیں کہ آپ کا رجسٹر میں نام نہیں لکھا ہوا مگر صاحب تجربہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نصیحت کو پلے باندھ لیں۔

”اپنے بھائیوں کو چندہ سے باخبر کرو۔ ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندہ میں شامل کرو۔ (یہ ساری جماعت کا کام ہے) یہ موقع ہاتھ آنے کا نہیں۔(آئندہ ہاتھ سے چلا جائے گا) کیسا یہ زمانہ برکت کا ہے کہ کسی سے جانیں مانگی نہیں جاتیں اور یہ زمانہ جانوں کے دینے کا نہیں بلکہ فقط مالوں کے بقدر استطاعت خرچ کرنے کا ہے۔“

(الحکم جلد 7 نمبر 25 صفحہ:8 مؤرخہ 10 جولائی 1903ء)

یہ جو آخری اقتباس کا حصّہ ہے یہ بھی کچھ وضاحت طلب ہے۔میں نے کہا تھا نا کہ اس آیت کریمہ میں پہلے مالوں کا ذکر ہے تو مال تو مانگے جا رہے ہیں مگر بعد میں اَنْفُس کا بھی ذکر ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں فرما رہے ہیں کہ اَنْفُس نہیں مانگے جا رہے؟ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے اقتباسات میں یہ وضاحت فرما دی ہے کہ مال خرچ کرو اور مال صرف وہی نہیں جو تمہارا صندوقوں میں بند ہو یا بینکوں میں جمع ہو۔مال کے وسیع تر مضمون میں تمہاری جان، تمہاری صلاحیتیں، دماغی ہوں یا روحانی قلبی ہوں وہ ساری مراد ہیں لیکن جو فرما رہے ہیں جانیں نہیں مانگی جا رہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جب کہ واضح طور پر جانوں کے جہاد کے لئے بلایا جاتا تھا اس سے فرق ہے۔اب جانیں قربان تو کرتے ہو مگر اس لئے نہیں کہ تم جانی جہاد کی طرف بلائے جا رہے ہو۔دُنیا کے کسی بھی ملک میں جماعت احمدیہ کو یہ ہدایت نہیں دی جارہی کہ تلواریں اٹھاؤ اور لڑنا شروع کر دو۔اگر اس راہ میں اس طرح قربان ہوتے تو اس کو اَنْفُس کی وہ قربانی کہتے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر ہے مگر دینی جہاد کر رہے ہوں جہاں تلوار نہیں اٹھا رہے لیکن جانیں پھر بھی جارہی ہیں ان کی نفی مراد نہیں ہے۔ایسی اطلاعیں تو آئے دن

ملتی رہتی ہیں کہ احمدیوں کی جانیں ان سے چھین لی گئیں بظاہر، اور دراصل تو وہ خدا کے سپرد ہوئیں، مگر دشمن نے بظاہر ان سے چھین لیں۔ یہ جانیں اس لئے نہیں چھینی گئیں کہ انہوں نے تلوار کا جہاد کیا تھا۔ اس لئے چھینی گئیں کہ خدا کی راہ میں وہ اپنے مال اور اپنی ساری صلاحیتیں خرچ کر رہے تھے اور موت سے زندگی کی طرف بلا رہے تھے۔ اس کا بدلہ ظالم نے یہ دیا کہ ان کو بظاہر موت کی طرف بلایا لیکن فی الحقیقت سوائے اس کے کامیاب نہیں ہوسکا کہ ان کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر گیا۔ تو یہ کچھ اشتباہات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پر پورا غور نہ کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ میں اپنی طرف سے تو ایک چھوٹی سی عبارت پڑھتا ہوں مگر جب ان اشتباہات کو دور کرنے کی طرف توجہ کرتا ہوں تو وقت زیادہ لگ جاتا ہے۔ تو اب صرف اتنا سا وقت رہ گیا ہے کہ جو رپورٹ شعبہ مال نے بڑی محنت سے تیار کی ہے اس کا خلاصہ میں آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ جو بنیادی کہنے والی باتیں تھیں وہ یہی ہیں جو میں نے کہہ دی ہیں۔ اب جماعتوں کا شوق بھی ہوتا ہے کہ ہمارا ذکر آئے اور اس ذکر کے نتیجہ میں دعا ہو اس لئے میں اب مختصراً ان کا ذکر کرتا ہوں۔

پہلے تاریخ۔ تحریک جدید کا آغاز 1934ء میں ہوا۔ 31 اکتوبر 1998ء کو پورے 64 سال گزر چکے ہوئے ہیں۔ اس تحریک میں بعد میں دفاتر کے اضافے ہوتے رہے ہیں۔ دفاتر سے مراد یہ ہے کہ ایک رجسٹر ان لوگوں کا تیار ہوگیا جنہوں نے شروع میں حصّہ لیا پھر وہ رجسٹر بند ہوگیا اور ضرورت ہوئی کہ ایک اور دفتر قائم کیا جائے جو نئے آنے والوں کے رجسٹر کا حساب رکھے تو اس طرح تحریک جدید کے کام بانٹے گئے۔ مختلف دفاتر قائم ہوئے یعنی ایک دفتر کے اندر ہی جنہوں نے اپنا اپنا نئی پود کا حساب سنبھال لیا تو اس پہلو سے دفاتر بہت ہیں جن کا اضافہ ہوا اور اب پانچویں دفتر کے اضافہ کا وقت قریب آ رہا ہے۔

آج میں تحریک جدید کے جس نئے سال کا اعلان کر رہا ہوں، یہ مختصر تاریخ میں نے آپ کو بتا دی ہے اس کی، اس رپورٹ کی وصولی کے وقت 82 ممالک کی رپورٹیں مل چکی تھیں۔ 150 سے زائد ممالک ہیں جہاں جماعت قائم ہو چکی ہے ان میں سے 82 ممالک کی رپورٹیں ملنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتیں بڑی سنجیدگی سے قائم ہو رہی ہیں۔ جہاں چھوٹی چھوٹی جماعتیں یا نئی جماعتیں ہیں اور بڑی ہیں وہاں تک پہنچنے میں ہم سے ابھی غفلت ہے، ابھی ہماری

طرف سے پوری طرح ان کے ہاں نظام کو رائج نہیں کیا گیا۔ اور ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ نظام تو رائج کیا گیا مگر مرکزی بنیادی نظام اور ابھی طوعی چندوں کی طرف ان کو واضح طور پر نہیں بلایا جا رہا کیونکہ اس سے خطرہ پیدا ہوسکتا تھا کہ ان کو شروع میں جو استطاعت ہے اس سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جائے۔ پس یہ وجہ ہے کہ اگرچہ ممالک زیادہ ہیں مگر تحریک جدید کے نظام میں نسبتاً کم ممالک شامل ہیں اور وہ بھی بڑی تعداد ہے۔ 82 ممالک کی رپورٹیں مل چکی ہیں۔ ان رپورٹوں کی رو سے وصولی 16,86000 پاؤنڈ ہوتی ہے، تحریک جدید کی وصولی۔ جو اس زمانہ میں جو آپ کہا کرتے تھے کہ کم سے کم اتنا فرض ہے، اس کا عشر عشیر بھی وصولی نہیں ہوئی تھی سوواں حصہ شاید ہزارواں حصّہ بھی وصولی نہ ہو۔ 16,86000 پاؤنڈ وصول ہوئے ہیں جو گزشتہ سال سے 65000 پاؤنڈ زائد ہیں۔ اب گزشتہ سال سے زائد ہیں باوجود اس کے کہ امریکہ کے متعلق میں بیان کر چکا ہوں کہ وہاں کافی کمی آئی ہے۔ اسی طرح پاکستان کی جو کرنسی کی حالت ہے آپ کو علم ہی ہے انڈونیشیا کی کرنسی کی جو حالت ہے وہ آپ جانتے ہیں تو اس طرح بہت سے ممالک ہیں جن پر کرنسی کی خرابی کی وجہ سے اگرچہ چندے ان کے کم نہیں ہوئے مگر جب پاؤنڈوں میں ان کو ڈھالا گیا تو کمی دکھائی دی ہے۔ اس لئے ان باتوں کے باوجود خدا تعالیٰ نے جب اتنی بڑی عظمت عطا فرمائی ہے تو یہ اللہ کا خاص احسان ہے جس کا جتنا بھی ہم شکر ادا کریں کم ہوگا۔

اس سال جرمنی کی جماعت کو مبارک ہو کہ وہ اوّل نمبر پر آئی ہے باوجود اس کے کہ امیر صاحب مجھے ڈراتے رہے سارا سال کہ یہاں بھی حالات میں ابتری پیدا ہو رہی ہے بہت سے مہاجر واپس بھیج دئے گئے، چندوں میں کمی آگئی ہے مگر اللہ کے فضل سے تحریک جدید کے چندے میں سب دُنیا سے اس دفعہ جرمنی کی جماعت آگے بڑھ گئی ہے۔ اس سے پہلے امریکہ اوّل نمبر پر ہوا کرتا تھا اب جرمنی کو توفیق ملی ہے اور ان کی جو وصولی ہے وہ گزشتہ سال سے معمولی زیادہ نہیں، گزشتہ سال سے انہوں نے اس سال 1,35000 پاؤنڈ زیادہ دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے بہت محنت سے دوڑ میں حصّہ لیا ہے۔ ایک خاص جماعت جو قابل ذکر ہے وہ برما کی جماعت ہے، حیرت انگیز ہے۔ بظاہر ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور اتنے زیادہ۔ بظاہر تو ان کی مالی حالت بھی اتنی اچھی دکھائی نہیں دیتی، برما کے حالات آپ لوگ جانتے ہیں مگر تحریک جدید کی طرف انہوں نے اس دفعہ بہت زور مارا ہے۔

پچھلے سال کے مقابل پر تین گنا زیادہ انہوں نے چندہ وصول کیا ہے۔ اور چھوٹی سی جماعت ہونے کے باوجود 45000 پاؤنڈ تحریک جدید کا چندہ ادا کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں جو ٹیبلز ہیں وہ بدل گئے ہیں اور اچانک برما کا نام وہاں آ گیا ہے جہاں کبھی کسی شمار میں وہ تھا ہی نہیں۔ اوّل جرمنی، دوم پاکستان، تین امریکہ اور برطانیہ ''زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد'' اس نے اپنی چوتھی پوزیشن کو نہیں چھوڑنا ہاتھ سے۔ اس دفعہ بھی اسی کا جھنڈا اُٹھایا ہوا ہے۔ چوتھی پوزیشن نہیں ہاتھ سے جانے دیتے۔ پانچویں پہ کینیڈا اَور چھٹی پر برما۔ کہاں جس کا نہ تین میں شمار تھا نہ تیرہ میں وہ چھٹی پوزیشن میں آ گیا ہے اور انڈونیشیا ساتویں پر چلا گیا ہے۔ ہندوستان برما کے مقابل پر اندازہ کریں کتنی بڑی جماعت ہے۔ ہندوستان آٹھویں نمبر پر ہے۔ اب کرنسی کی قیمت کم ہونا بھی ان کے لئے کوئی جواز نہیں رکھتا۔ برما کی جماعت سے مار کھا جانا یہ تو حد ہی ہوگئی۔ زندہ باد برما اور زندہ باد ہندوستان آئندہ کے لئے۔ سوئٹزرلینڈ نویں پوزیشن پہ جا چکا ہے اور دسویں پہ بیلجیئم اور جاپان ہیں۔ بیلجیئم نے بھی ماشاء اللہ بہت ترقی کی ہے۔ چھوٹی سی جماعت ہونے کے باوجود اب وہ جاپان کے ساتھ برابر ہوگئی ہے۔

پس اس مختصر ذکر کے ساتھ اور اس آخری ذکر کے ساتھ کہ پاکستان میں جو نمایاں طور پر پہلی جماعتیں ہیں جو اوّل آئی ہیں اسی ترتیب سے جس ترتیب سے میں نام پڑھ رہا ہوں۔ لاہور اوّل، ربوہ دوم، کراچی سوم، اسلام آباد چہارم، راولپنڈی پنجم اور باقی بہت سی جماعتیں ہیں جنہوں نے تھوڑے چھوٹے کام کئے ہیں ان سب کے لئے دعا کی تحریک کے طور پر انہوں نے لکھا ہے اس میں گوجرانوالہ، سرگودھا، جھنگ، گوجر خان، حافظ آباد، فیصل آباد، خوشاب، حیدرآباد، میرپور، کنری، یہ ترتیب نہیں بلکہ ایسی بہت سی جماعتیں ہیں جن کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ پہلے کی نسبت زیادہ توجہ دی ہے۔ اس لئے دعا کے مستحق ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں خطبہ کے اختتام کا اور نئے سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ سال ہمارے لئے ہر پہلو سے بہت مبارک کرے اور اس دلچسپ دوڑ میں ہم ہمیشہ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کو نیکیوں میں پیچھے چھوڑنے کی کوشش کرتے رہیں۔